دنیا کی سب سے بڑی جمہوریہ: بدترین قتل عام کی ذمہ دار

بھارت: لاکھوں لڑکیوں کا قتل عام

بھارت میں جاہلیت جدیدہ اپنے عروج پر ہے۔ جاہل عرب ختم ہوگئے، لیکن بنیادی انسانی حقوق کے علمبردار اعلیٰ تعلیم یافتہ عہد جدید کے متمدن جہلاء جدید ایجادات کے ذریعے لڑکیوں کے قتل عام میں مصروف ہیں ماہرین کے خیال میں لڑکیوں کا یہ قتل The lethal cocktail of new money mixed with medical technology murder process ہے۔ گزشتہ دو عشروں میں قتل کے جدید طریقے کے ذریعے دس ملین لڑکیوں کا قتل عام کیا گیا۔ بھارت میں بارہ سال قبل Slective Abortion کو غیر قانونی قرار دے کر پابندی عائد کر دی گئی اور اس عرصے میں صرف ایک ڈاکٹر کو قانون کی خلاف ورزی پر سزا دی گئی۔ بھارت میں گلی گلی کھلے ہوئے دوا خانوں کے پچھلے حصے ان لڑکیوں کی لاشوں سے اٹے پڑے ہیں جو ابھی گوشت کا لوتھڑا تھیں اور زندگی کے سانس لینے والی تھیں، زندگی پانے سے پہلے انھیں زندگی سے محروم کر دیا گیا۔ مدھیہ پردیش کے قصبے رشلام میں ہلاک کی گئی بچیوں کی چار سو ہڈیوں کے ٹکڑے اور [Female Foeluses] کے لوتھڑے دنیا کی تاریخ کے بدترین، ذلیل ترین وحشیانہ قتل عام کی کہانی سنا رہے ہیں لیکن کوئی سننے والا نہیں ہے۔ بھارتی پنجاب میں ایک سابق فوجی اور اس کی اہلیہ اسقاط حمل کا دوا خانہ چلا رہے تھے جہاں قتل کیے گئے بے شمار بچوں کے گوشت کے لوتھڑے اور ہڈیوں کے ٹکڑے نہیں مل سکے کیوں کہ قتل کی شہادتوں کو مٹانے کے لیے گوشت کے لوتھڑوں کو تیزاب میں تحلیل کر دیا جاتا تھا اور ہڈیوں کو ہتھوڑے کی ضربوں سے چکنا چور کر دیا جاتا ہے۔ Murder in Wombe یعنی کوکھ میں قتل کی یہ بھیانک داستانیں بھارت میں ہزاروں لالچی ڈاکٹروں کے ہاتھوں انجام دی جارہی ہیں جو عورتوں کے رحم میں ٹھہرے ہوئے لڑکی کے foelase وجود کو چند پیسوں کے عوض مٹانے پر تلے ہوئے ہیں کیونکہ یہ لالچی ڈاکٹر مغربی تعلیمی اداروں کے تعلیم یافتہ ہیں جہاں پیسہ کمانا، مزے اڑانا، عیش کے دن گزارنا، ہلہ گلہ سیر سپاٹا اور لذتوں کا حصول ہی مقصد زندگی ہے۔ چند ہزار روپے کی خاطر دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں انسانی

حقوق کے نام پر انسانوں کا قتل عام جاری ہے جو جمہوریہ اپنے جمہور کو قتل کرنے پر قادر ہے، اسے دوسروں کو روندنے میں کیا جھجک ہوسکتی ہے؟ انسانی حقوق کا اصل چہرہ یہی ہے کہ اپنی خواہش آرزو، تمنا، امید، مقصد اور اپنے نفس کو الٰہ بنالو، اپنی زندگی میں قربانی وایثار کو ختم کردو، خود دنیا میں آجاؤ، دوسرے کو آنے سے روک دو جو تمہارا دل چاہے وہ کرو یہی بنیادی حقوق ہے اور سائنس وٹیکنالوجی، خواہشات نفسانی کے حصول میں سہولتیں مہیا کرنے والے شیاطین ارض۔

راجھستان کے میدانوں میں جگہ جگہ پیدائش سے پہلے گاڑی گئی بچیوں کے مدفن کسی نام ونشان کے بغیر اپنے وجود کا نوحہ خود پڑھ رہے ہیں نہ کوئی سننے والا ہے نہ رونے والا ہے نہ کسی دل میں درد ہے نہ کسی ہونٹ پر آہ وبکا، نہ ان کی یاد ان بچیوں کی ماؤں اور باپوں کے دل کو خلش بن کر تڑپا رہی ہے۔ تاج محل کے پیچھے دریائے جمنا ان معصوم بچیوں کی سب سے بڑی مقتل گاہ ہے۔ بھارت میں ۱۰۰۰ لڑکوں کے لیے صرف ۸۸۲ لڑکیاں ہیں اور چین میں یہ شرح ۸۳۲ تک گر گئی ہے۔ گارجین سروس کی رپورٹ کے مطابق بھارت میں گمشدہ لڑکیوں کی تعداد نو لاکھ تیس ہزار تک جا پہنچی ہے۔ [یکم مارچ، ڈان، صفحہ ۱۵] عورتوں کی شرح پیدائش خطرناک حد تک کم بلکہ ختم ہورہی ہے، یہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریہ کا حال ہے جو بنیادی انسانی حقوق پر عامل ہے اور انسانوں کی خواہشات نفس پوری کررہی ہے خواہش نفس کی پرستش کا جمہوری طرز عمل آخر اسی انجام تک پہنچاتا ہے یہی عمل جب غیر جمہوری معاشروں روس اور چین میں دہرایا جاتا ہے تو نفس پرستی وہاں بھی عورت کی کوکھ کو بانجھ کرتی ہے عورتوں کے قتل کو حلال ٹھہراتی ہے اور نفس کی پرستش کو عبادت قرار دیتی ہے اسی لئے چین میں عورتوں کی آبادی ختم ہورہی ہے اور روس میں مردوں عورتوں کی آبادی تیزی سے کم ہورہی ہے یہی حال پورے مغرب کا ہے جہاں آبادی کی شرح منفی ہوگئی ہے صرف عالم اسلام آبادی کے معاملے میں خودکفیل ہے۔ انسانی حقوق کے دعوے داروں نے پہلے براعظم امریکہ میں نو کروڑ سرخ ہندی قتل کیے، تین سو سالوں میں یورپی اقوام نے ایک ارب پچھتر کروڑ انسان ہلاک کیے، اب بنیادی حقوق کا نیا اور مکروہ ترین لیکن اصل چہرہ بھارت میں ظہور کررہا ہے۔ لڑکی، بہن، بہو، ماں، بیٹی، بیوی کو دنیا میں آنے نہیں دیا جارہا اور اگر یہ آجائے تو اسے بسنے نہیں دیا جارہا اور اگر یہ بس جائے یا بچ جائے تو اسے زندہ رہنے نہیں دیا جاتا۔ اسے اغوا کرلیا جاتا ہے، بیچ دیا جاتا ہے، مار دیا جاتا ہے یہ دنیا کی تاریخ کا بدترین معاشرہ ہے جہاں بھارت کی وزیر ریونیکا چوہدری وزیر خواتین و بہبودی اطفال نے عورتوں کے قبل از وقت اور بعد پیدائش قتل عام کو A national crises قرار دیا ہے اور عہد حاضر کے جدیدیت پسند مہذب بھارتی انسانوں سے اپیل کی ہے کہ:

If you don't want a girl leave her to us. The govt. will bring up your children. Don't kill them.

ساحل مارچ ۲۰۰۷ء

گارجین نیوز سروس کے مطابق وزیر یولیکا کا یہ بیان:

The announcement was a desperate response to stem India's dramatic deficit of women.

مغرب میں عورتوں کی آبادی مردوں کے مقابلے میں تین فی صد زیادہ ہے۔ بھارت میں مردوں کی آبادی عورتوں کے مقابلے میں آٹھ فیصد زیادہ ہے۔ Bare Branches کے مولفین Hudson اور Den Boer کے مطابق:

A generation of men unable to find wives has already emerged. The men who will never marry and have children. These men who are already largely responsible for social unrest in those areas where women are in short supply. Indian have come to view that girl child a burden an investment without return. Having a girl is to plant a seed in some one' else's garden.

بھارت اور چین میں ایک ایسی نسل تیار ہو رہی ہے جس کے لیے بیویاں میسر نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ نسل بیوی، بہو، بھابھی، بیٹی، ماں، بہن کے بغیر زندگی کے سفر کا آغاز کرے گی جو نسل ان رشتوں سے محروم ہو یہ محروم نسل ان رشتوں کا کیا خاک احترام کرے گی؟ یہ نسل بچوں سے بھی محروم ہوگی جس نسل نے بچوں کی معصومیت، ان کی ادائیں، ان کی شوخی، نازکی، محبت، سادگی، سچائی، بے باکی و بے لوثی نہیں دیکھی وہ نسل ان صفات کا ادراک شعور تفہیم کیسے حاصل کرے گی۔ یہ نسل رشتوں کی سنہری زنجیروں کے بغیر پلنے بڑھنے اور پنپنے والی نسل ہے، اس کے لیے ان زنجیروں کی کڑیاں بکھیرنا اور زنجیر کو توڑنا کیا مشکل ہوگا یہ نسل دہشت گرد، شر پسند، محرومِ جذبات و احساسات نسل نہ بنے گی تو کیا بنے گی؟ جس نسل کو ماں، بیٹی، بہن، بیوی، بھابھی، بہو، ساس، دلہن کی محبت قربت نصیب نہیں ہوگی وہ لفظ محبت کی حقیقت کو کیسے محسوس کرے گی اور اس لفظ کے حقیقی مفہوم سے کیسے شناسا ہوگی؟ دنیا کے تمام سرمایہ دارانہ اور جمہوری معاشروں کا حشر یہی ہے جس ملک میں جمہوریت، بنیادی انسانی حقوق، سرمایہ داری کا عفریت داخل ہوا، اس ملک سے اقدار، تہذیب، اخلاق، مذہب اور اوصاف حمیدہ رخصت ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج مغرب میں بوڑھوں کی تعداد میں مسلسل اضافے اور ان کی طویل عمری کے باعث سماجی بہبود کی مد میں ان بزرگوں پر اٹھنے والے بھاری اخراجات نے نوجوان نسل کو مشتعل کر دیا ہے مغربی معاشروں میں قومی میزانیے [بجٹ] کا پچاس سے ساٹھ فیصد طویل العمر بزرگوں کی دیکھ بھال پر اٹھ جاتا ہے دنیا کی تاریخ کی بوڑھی ترین تہذیب جب اپنے تحفظ کے لیے ان بوڑھوں پر رقم خرچ کر رہی ہے تو اب نوجوانوں کی طرف سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ بوڑھوں کا ایک ووٹ ہو اور جوانوں کے دو ووٹ ہوں تا کہ

بوڑھے اپنی عددی اکثریت کے بل پر اپنے حق میں قوانین نہ بنا سکیں جس معاشرے میں بزرگوں سے اس قدر بغض، نفرت اور حقارت موجود ہو وہ دنیا کا ذلیل ترین معاشرہ ہے۔ مطالبہ کرنے والے نوجوان یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ ہمیشہ جوان رہیں گے، انھیں کل بوڑھا ہونا ہے طویل عمر بسر کرنی ہے اور اگر ریاستی سرپرستی انھیں حاصل نہیں ہوئی تو جوانی کے ساتھ ساتھ ان کا بڑھاپا بھی خراب ہوگا لیکن آزادی ترقی سرمایہ اور بنیادی حقوق کا فلسفہ انسان کو اس قدر بے حس، حاسد، فاسد اور حریص ولالچی بنا دیتا ہے کہ وہ اپنے کل کو اپنے آج پر قربان کر دیتا ہے یہ یقین اس نسل کو کیسے حاصل ہوا کہ وہ کل بوڑھے نہیں ہوں گے۔ یہ یقین مادہ پرستی اور انفرادیت کے فلسفے سے ظہور کرتا ہے۔

Reuters کے Nita Bhalla کی رپورٹ کے مطابق [۸/ مارچ ۰۷ء تمام انگریزی اخبارات] بھارت میں ۱۵ سال سے ۴۹ سال تک شادی شدہ عورتوں کا ساٹھ فیصد شوہروں کے ظلم وستم، مار پیٹ، غنڈہ گردی، زبردستی کے ازدواجی تعلقات [Forced sex] اور شوہروں کے ہاتھوں زنا کاری کا شکار ہے یہ کیسے ممکن ہے تو جدیدیت پسندوں کی رپورٹ ان کے الفاظ میں پڑھیے:

Sixty percent married women are victim of beating, rape or forced sex by their husbands according to a study by UN Population Fund.

اس احمقانہ اور جاہلانہ رپورٹ سے قطع نظر بھارتی جمہوریہ میں عورتوں پر ظلم وستم کرنے والے مہذب انسان بنیادی حقوق کے قائل بھارتی مرد ہیں۔ جو I.T کی صنعت سے لے کر تمام اہم صنعتوں میں عالمی دوڑ میں آگے ہیں اور جمہوریہ سلامتی کونسل کا چھٹا رکن بننے کی سرتوڑ کوشش کر رہی ہے۔ تاریخی طور پر سلامتی کونسل کا رکن بننے کے لئے یہی خواص، خصوصیات، کمالات درکار ہوتے ہیں جو بھارت کو حاصل ہو چکے ہیں مغرب کے فکر و فلسفے کے تحت وہی ممالک سلامتی کونسل کا رکن بن سکتے ہیں جو نہایت ذمہ دار، اور عقل مند ہوں اور اس ذمہ داری اور عقل مندی کا پیمانہ یہی ہے۔ یہی حال امریکہ اور یورپ کا ہے جہاں ہر تیسری عورت ان مہذب درندوں کے ہاتھ شعلہ مستعجل بنی ہوئی ہے۔

سینٹر فار سوشل ریسرچ بھارت، ہیومن رائٹ کمیشن اور ہندوستان کے بہت سے مفکرین کا خیال ہے کہ عورت کے استحصال کا اصل سبب The problem is the law enforcement machinery the police and local judiciary are not sensitive to crimes against women specially in ruler areas where majority live. یہ احمقانہ طرز استدلال سرمایہ دارانہ نظم معیشت کو قائم اور دائم رکھنے کا طریقہ ہے کہ دیہاتوں اور قصبوں کو شہروں میں تبدیل کر دو اور پولیس عدالت انصاف میں ملازمین کی تعداد بڑھا دو، تنخواہیں بڑھا دو اور ان کی نگرانی کے لیے کمیشن قائم کر دو۔ ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں کہ جب مدینۃ النبی میں شراب پر بندش کا حکم آیا تو صرف مسجد نبوی میں اعلان عام ہو گیا نہ کوئی فوج تھی نہ پولیس نہ

عدلیہ نہ قانون نہ قاعدہ نہ گھر گھر تلاشی صرف اعلان ہوتے ہی گلیوں میں شراب بہنی شروع ہوگئی، قانون سے آپ کسی جرم کو عارضی طور پر روک سکتے ہیں ختم نہیں کرسکتے لیکن عقیدہ روحانیت اور روایت واقدار سے زمین وآسمان بدل سکتے ہیں۔ Huaman right discourse اور مغربی لیگل سسٹم میں ایمان، عقیدے مذہب اور روحانیت کی کوئی حیثیت نہیں لہٰذا یہ ڈسکورس صرف قوانین پر انحصار کرتا ہے اور ہر ہر قدم پر شکست کھا رہا ہے۔ قومیں اور تہذیبیں قوانین کے نفاذ سے تہذیب نفس اصلاح باطن اور اخلاق حسنہ حاصل نہیں کرتیں، ان درجات کو حاصل کرنے کے لیے قلب کی تبدیلی، ذہن کی تبدیلی اور روحانیت کا وجود لازمی عناصر ہیں۔ روح سے محروم تہذیب صرف اور صرف قوانین پر انحصار کرتی ہے اور ہر قانون کے شجر سے نئے قوانین کی شاخیں پھوٹتی چلی جاتی ہیں اور مسئلہ جوں کا توں رہتا ہے۔

تازہ ترین اعداد وشمار کے مطابق دنیا کی سب سے بڑی جمہوریہ بھارت کا حال یہ ہے کہ پولیس ریکارڈ کے مطابق ہر ستترویں منٹ پر کم جہیز لانے کے جرم میں ایک عورت قتل کردی جاتی ہے۔ ہر تیسرے منٹ پر بھارت میں کوئی نہ کوئی عورت یا تو قتل کی جاتی ہے یا اس کی آبروریزی کی جاتی ہے یا اسے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ جمہوریت کے یہ کڑوے کسیلے پھل مغرب سے مشرق تک ہر جگہ دیکھے جاسکتے ہیں۔ [ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر مائیکل مین کی کتاب The Dark Side of the Democracy جمہوریت کے شر انگیز وحشی، ذلیل، مکروہ چہرے سے نقاب اٹھانے کے لیے کافی ہے، ایک ہزار صفحات کی اس کتاب میں جمہوریت، جمہوری حکومتوں اور جمہوری معاشروں کی درندگی، بہیمیت، وحشت بربریت کی تاریخ اعداد وشمار کے لہجے میں کفنادی گئی ہے۔ [لیکن ڈاکٹر منظور احمد، وحید الدین خان، جاوید غامدی، قاضی حسین احمد اور پروفیسر خورشید کے پاس اس کتاب کو پڑھنے کا وقت ہے نہ سوچنے کی ضرورت] مرد کے انتقال پر عورت کو مارنے والی ستی کی رسم آج بھی چھوٹے چھوٹے قصبات میں موجود ہے۔ الٹرا ساؤنڈ مشین کے ذریعے رحم مادر میں بچے کی صنف معلوم کرنے پر پابندی کے حکم کے باوجود ہر سال لاکھوں بچیاں رحم مادر میں قتل کی جارہی ہیں۔ جس مملکت کے دھرم میں عورتیں دیوی کے طور پر پوجی جاتی ہیں، جہاں لکشمی دولت کی دیوی، سرا سوتی علم کی دیوی تسلیم کی جاتی ہے، اس سرزمین میں عورت پر برسرزمین، برسرعام، کونوں کھدروں میں، شفاخانوں میں، دریاؤں، صحراؤں، گھروں میں، ماں کی کوکھ میں، رحم مادر میں پیدا ہونے سے پہلے، پیدا ہونے کے بعد ظلم جاری ہیں وہ اغوا کی جارہی ہے، قتل کی جارہی ہے اس کی شناخت کو مسخ کیا جارہا ہے، لیکن تہذیب حاضر اور بنیادی حقوق کی آنکھ میں آنسو نہیں ہیں۔ آنسو اس لیے نہیں ہیں کہ مابعد الطبیعیات، علمیت، بدلنے سے آنسو نکلنے اور نہ نکلنے کا خاص تعلق ہوتا ہے۔ مثلاً انسانی حقوق کمیشن پاکستان مختاراں مائی کی آبروریزی پر طوفان اٹھا دیتا ہے لیکن یہی کمیشن ہر سال سینکڑوں بچوں کی ''بسنت'' کے مواقع پر ہلاکت پر خاموش رہتا ہے حتیٰ کہ خاموش احتجاج تک نہیں کرتا۔ ایک عورت کے لیے اس کمیشن کی آنکھ

میں آنسو کیوں آتے ہیں لیکن پچاس بچوں کی شہادت اور پچاس ماؤں کے آنسو دیکھ کر اس کمیشن کی آنکھیں کیوں خشک رہتی ہیں؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ بنیادی انسانی حقوق کی کمیشن کے علمیات اور مابعد الطبیعیات انسانیت یعنی مادہ پرستی پر یقین رکھتی ہے کیونکہ اس علمیت کے مطابق انسان لذت حاصل کرنے والا جانور ہے۔ Man is a pleasure seaking animal۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو اس جانور کی لذت، مسرت، بہجت، خوشیوں میں اضافے کا باعث ہو وہ چیز یا عمل بہترین ہے خواہ اس کے نتیجے میں چند لوگوں کو جان و مال کا نقصان ہی کیوں نہ پہنچے کیونکہ پچاس بچوں کے مرنے کے باوجود بسنت سے لاکھوں لوگوں کو خوشی حاصل ہوئی لہٰذا الوہیت انسانی کے فلسفے کے تحت اکثریت کی خوشی کے لیے یہ غم بخوشی گوارا کیا جائے گا۔ اسی لیے کمیشن نے آج تک نہ احتجاج کیا نہ عدالتوں میں مقدمات قائم کیے نہ حکومت سے بسنت پر پابندی کا مطالبہ کیا۔ یہی حال بھارت کا ہے جہاں جمہوری درندے جمہوریت کی قباء میں عورت کی لاشوں کو کفنانے کے لیے تیار نہیں، اسے کفن دفن کے بغیر وجود میں آنے سے پہلے ہی مٹا کر ذرہ ذرہ اور ہر ذرے کو ریزہ ریزہ کر کے فنا کر دیا جاتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسا ظلم کبھی نہیں ہوا۔

۱۹۶۰ء کے عشرے سے اب تک ہندوستان میں عورتوں کے تحفظ حقوق کے بے شمار قوانین بنائے گئے ہیں لیکن تمام قوانین جوتے کی نوک پر رکھ دیے گئے ہیں۔ کیا معاشروں کو قوانین، سزاؤں سے بدلا جا سکتا ہے جو احمق یہ بات کرتے ہیں وہ معاشروں کی حرکیات اور انسانوں کی نفسیات سے ناواقف ہیں۔ معاشرت تبدیل کیے بغیر رویے بدلے بغیر قوانین بے کار ہو جاتے ہیں، معاشرت رویوں، مزاج اور اسلوب زندگی کا براہ راست تعلق تصور علم [Epistomology]، تصور وجود [Ontology]، تصور مراتب [Cosomology]، اور مختصراً مابعد الطبیعیات [Metaphysics] سے ہوتا ہے، جب علمیت بدل جاتی ہے تصور علم بدل جاتا ہے تو تصور حقیقت بھی بدل جاتا ہے اور تصور خیر و شر کے پیمانے بھی بدل جاتے ہیں۔ جدیدیت [ماڈرن ازم]، حقوق انسانی، سرمایہ داری، آزادی، مساوات نے قدیم تصور علم تصور حقیقت کو فنا کر دیا ہے۔ اب میں I, me میری ذات، میری خواہشات اور زندگی سے زیادہ سے زیادہ لطف اٹھانا ہی حاصل زندگی ہو گیا ہے۔ معاشیات کے کلاسیکل مکتب فکر اور نیو کلاسیکل مکتب فکر [Classical & Neo Classical School of thought] کے مفکرین مارکس، آدم اسمتھ، ریکارڈو، بل، بینتھم سے لے کر عہد حاضر کے فلاسفہ تک اس عقیدے، نظریے، ایمان، یقین، مفروضے، فلسفے پر متفق اللفظ ہیں کہ Man is a pleasure seeking animal انسان لذت حاصل کرنے والا جانور ہے۔ اس بات پر بھی یہ ائمہ مفکرین متفق اللفظ ہیں کہ معاشیات وہ علم ہیں جو زیادہ سے زیادہ انسانوں کو زیادہ سے زیادہ مادی لذت حاصل کرنے کے زیادہ سے زیادہ طریقے، سلیقے، قرینے، حربے، ہتھکنڈے، حیلے، ہتھیار، اوزار اور ادارے فراہم کرتا ہے۔ اس ایمانیات، الٰہیات اور عقیدے کے ساتھ مغربی فکر و فلسفہ اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے اور لذت کے حصول کو ممکن بنانے کے لیے Freedom، Equality اور Progress کی پر

فریب اصطلاحات مہیا کرتا ہے۔ جنھیں ہماری اسلامی تحریکوں کے قائدین ان کے فلسفیانہ پس منظر کے بغیر اسلامی اسلامی سمجھ لیتے ہیں۔ ان اصطلاحوں کا اردو ترجمہ ممکن نہیں ہے کیونکہ اس سے خلط مبحث کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ Equality سے مراد یہ ہے کہ لذت کے حصول کے لیے تمام انسان برابر ہیں اور لذت کا حصول صرف Capital کے ذریعے ہوتا ہے۔ مارکیٹ وہ ادارہ ہے جہاں تمام انسان برابر ہو کر آپس میں Agreement کرتے ہیں جس سے ایک دوسرے کے مفادات کا تحفظ ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں Capital پیدا ہوتا ہے جو شخص زیادہ سے زیادہ Capital حاصل کرتا ہے وہ مارکیٹ میں زیادہ سے زیادہ قوت خرید کا حامل ہوتا ہے، لہٰذا جس کی قوت خرید زیادہ ہے وہ زیادہ Free ہے اور وہ Progress کر رہا ہے لہٰذا مغربی فکر و فلسفہ تاریخ میں Freedom، Equality اور Progress کا تصور مارکیٹ اور Capital کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ مغرب میں ترقی مسرت خوشی آزادی، مادی اصطلاحات ہیں جن کا براہ راست تعلق پیسے سے ہے، ان اصطلاحوں کا کوئی روحانی مطلب نہیں لیا جاتا۔ آزادی مساوات نے ایثار قربانی کی روایات ختم کر دی ہیں۔ تصور علم اور تصور خیر و شر جدیدیت نے بدل ڈالے ہیں۔ لہٰذا یہ بہیمانہ جرائم ہندوستان میں عام ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے یورپ اور امریکہ کی تین سو سالہ تاریخ انہی جرائم کی سیاہ پوش تاریخ ہے، معاشرے کو اس کا تصور علیت، تصور مذہب، تصور آخرت اور تصور خدا بدلتا ہے، قوانین نہیں بدلتے، قانون لوگوں کو اچھا نہیں بنا سکتا البتہ قانون برائی سے روکتا ہے، انھیں طاقت کے بل پر برائی کے ارتکاب سے باز رکھتا ہے۔ قانون کے جبر اور تشدد کے ذریعے لوگ برائی سے مجبوراً گریز کر سکتے ہیں لیکن قانون سے لوگ اچھے نہیں بن سکتے۔ مسلسل قانون سازی، قانون پر عمل درآمد، عمل درآمد کے مسلسل مطالبے اس بات کا اعلان ہیں کہ معاشرہ اخلاقی طور پر تباہ و برباد ہو چکا، اس کی مذہبی ساخت و شناخت ختم ہو گئی، خیر و شر کی قوتوں میں شر غالب آ گیا لہٰذا دنیا میں جو معاشرہ جس قدر جمہوری، سرمایہ دارانہ، بنیادی حقوق کا شائق ہو گا اس معاشرے میں سب سے زیادہ قوانین ہوں گے، دنیا کے تمام مذہبی معاشروں میں سب سے کم قوانین ہوتے ہیں۔ مذہبی تہذیبوں میں بیشتر قوانین محض اخلاقی ہوتے ہیں اور معاشرے کی اخلاقی و روحانی قوت کے بل پر قانونی تحفظ کے بغیر ان کا اطلاق پتھر کی لکیر کی طرح ہوتا ہے۔ مثلاً ماں باپ کی عزت، ان کی خدمت ان سے محبت تمام مذاہب کا متفق علیہ اصول ہے اس اصول کی خلاف ورزی کرنے پر کسی مذہب میں کوئی قانون سازی نہیں ہے، لیکن یہ معاشرتی اصول اخلاقیات کی قوت کے باعث اس قدر طاقت ور قانون بن جاتا ہے کہ اس کو توڑنے کی جرأت کسی میں پیدا نہیں ہوتی جب کہ اگر کوئی شخص ماں باپ کی عزت نہ کرے، ان کی خدمت نہ کرے، ان سے محبت نہ رکھے تو اسلام میں کوئی تعزیری اور فوجداری قانون اسے ماں باپ سے محبت کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا، مذہبی معاشرے اخلاقیات کی روحانیت سے تہذیبی، تمدنی حرکیات کا تعین کرتے ہیں وہ قانون کی قوت سے بہت محدود طور پر کام لیتے ہیں، اس لیے وہ نفس انسانی کو

آلائشوں سے پاک کرتے ہیں کہ یہی اصل ماخذ گناہ ہے۔ یہ درست ہوجائے تو ہر چیز سدھر جاتی ہے۔ لہٰذا اخلاقی قوانین ہی سب سے زیادہ طاقت ور ہوتے ہیں۔ صدیوں کا فاصلہ بھی انھیں منتشر نہیں کر سکتا، اس لیے دنیا کی تاریخ میں سب سے زیادہ قوانین مغربی، یورپی اور امریکی معاشروں میں ہیں کیونکہ ہر فرد آزاد ہے، یعنی حرص و ہوس وحسد میں مبتلا ہے اور سرمایہ کی دوڑ میں شریک ہے لہٰذا حرص وحسد کے باعث جو مسائل پیدا ہو رہے ہیں ان کو قابو میں رکھنے کے لیے یعنی دوسرے لفظوں میں دوسرے کی آزادی کو تحفظ دینے کے لیے قوانین کا لامتناہی سلسلہ ہے۔ بھارت میں بھی عورتوں کے لیے قوانین پر قوانین بن رہے ہیں۔ یہ سوچے بغیر کہ جب معاشرے میں اخلاقی اقدار باقی نہ رہیں تو قانون پر عمل درآمد کیسے ہوگا اور کون کرائے گا؟ حال ہی میں بھارت میں ایک نیا قانون Domestic Violence Law سال گزشتہ اکتوبر میں متعارف کرایا گیا ہے جو تشدد کی شکار عورتوں کو یہ اختیار دیتا ہے کہ ان کے شوہروں کے اثاثے ان عورتوں کی تحویل میں دے دیے جائیں لیکن یہ قانون بے چارہ یہ نہیں جانتا کہ مارنے پیٹنے والا یہ اثاثے دوسرے کے نام پر منتقل کر کے جرم کا ارتکاب کرے گا تو قانون کیا کر سکے گا۔ قانون مکڑی کا جالا ہے جو طاقت ور سے ٹوٹ جاتا ہے اور کم زور کو پھانس لیتا ہے، اس لیے انبیاء کرام قوانین نہیں بناتے وہ انسان بناتے ہیں، فکر صحیح پر انسان کو استوار کرتے ہیں، اس کے دل کو خوف الٰہی، خشیت الٰہی سے لبریز کر دیتے ہیں جو تمام اعمال صالحہ کا مرکز ہے۔ یہ دل صحیح ہوجائے تو دنیا صحیح ہوجاتی ہے۔ شاعر نے خواہ مخواہ نہیں کہا کہ

اعضائے بدن سب لرزاں ہیں اک دل کے شہادت پانے سے
لشکر میں تلاطم برپا ہے سردار کے مارے جانے سے

یہ دل درست ہے تو سب درست ہے یہ خراب ہے تو پورا انسان، انسانی معاشرہ خراب ہوجاتا ہے۔ قرآن نے اسی لیے قلب اور فواد کو بدلنے کی بات کی ہے، اس لیے قرآن کہتا ہے کہ ''اک شخص کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے'' اس دل کو قلب منیب بنانا، اسے راہ راست پر لانا، اسے ٹھیک کرنا کروڑوں قوانین بنانے سے افضل و بہتر کام ہے۔ دل کو صرف انبیاء کرام، وحی الٰہی اور دینی اقدار ٹھیک کر سکتی ہیں۔ قوانین سے دل ٹھیک نہیں ہوتے مزید بگڑ جاتے ہیں۔ اس وقت پوری دنیا قوانین کی تشکیل، تعبیر، نفاذ، ترمیم، تنسیخ میں مشغول ہے لہٰذا انسانوں کے مسائل دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ دنیا کی فلاح محض آخری دین کے سائے میں پناہ لینے سے مشروط ہے اور دین بھی وہ جو وحی الٰہی کی صورت میں محفوظ ہے۔ افسوس کہ مذہبی حلقوں کو بھی اس مسئلے کی اہمیت کا احساس نہیں رہا، ہر مسئلے کے حل کے لیے وہ حکومتوں سے نت نئے قوانین بنانے کا مطالبہ کرتے ہیں جب کہ صرف ایک مطالبہ کیا جانا چاہیے کہ انسان کو صحیح رخ پر تعمیر کر دو اس کے قلب کو ٹھیک کر دو اس کے فواد کو جوڑ دو سب ٹھیک ہوجائے گا۔ قیامت قریب ہے جب گاڑی گئی بچی کو اٹھا کر پوچھا جائے گا کہ تو کس جرم میں قتل کی گئی بایٔ ذنبٍ قتلت

ساحل مارچ ۲۰۰۷ء